قیمتی نصیحت

برائے

اساتذۂ کرام

نمونۂ سلف، عارف باللہ **حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب** دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

at-tazkiyah

تفصیلات

کتاب کا نام	:	قیمتی نصیحت برائے اساتذۂ کرام
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	۱۴ محرم الحرام سنہ ۱۴۴۳ھ بمطابق ۲۳ اگست سنہ ۲۰۲۱ء
مقامِ وعظ	:	اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے
ناشر	:	دار التزکیہ، لیسٹر، یو کے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

فہرست

قیمتی نصیحت برائے اساتذۂ کرام ۴
مقصداوروسیلہ ۴
ہمارا مقصد ۵
ہمیں طلبہ کی ذہنی تربیت اس حد تک کرنی ہے..... .... ۵
ہمارا مقصد صرف تعلیم نہیں بلکہ تربیت بھی ہے ۶
مقصد کے حصول کے لئے وسائل کا استعمال ۷
حقیقی معلّم ۸
مقصد صحیح ہونے سے کام صحیح ہوگا ۹
طلبہ اور والدین کی ذہن سازی ۱۰
تعلیم کسے کہتے ہیں؟ ۱۱
تربیت کسے کہتے ہیں؟ ۱۲
شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور قاعدۂ بغدادی ۱۳
جیسی نیت ویسا عمل ۱۳
یقیں محکم، عملِ پیہم ۱۴
علم اور تزکیہ نہایت ضروری ہیں ۱۵
ایک بزرگ کی انمول نصیحت ۱۶
مدرّسین کے لئے ایک مفید عمل ۱۷
ماٰخذ و مراجع ۱۸

قیمتی نصیحت برائے اساتذۂ کرام

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

مقصد اور وسیلہ

انسان جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے، پہلے مقصد متعین ہوتا ہے اور اس کے بعد کام، جب مقصد متعین ہو جاتا ہے تو اس کے بعد یہ سوچا جاتا ہے کہ اس مقصد کو کس طرح حاصل کیا جائے، اس غور وفکر کے نتیجے میں جو طریقہ ذہن میں آتا ہے اس کو کام کہتے ہیں اور اس کو وسیلہ بھی کہتے ہیں، پتا چلا کہ ہر کام کے دو اجزاء (components) ہوتے ہیں، ایک مقصد اور دوسرا وسیلہ، ان دونوں میں سے وسیلہ اصل نہیں ہوتا بلکہ مقصد اصل ہوتا ہے، اسی لئے وسیلے میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں مگر مقصد میں تبدیلی نہیں ہوتی، ہمارے یہاں برطانیہ کے مکاتب کا syllabus (نصابِ تعلیم) پہلے اردو میں تھا، اب انگریزی میں ہوگیا، وسیلے میں تبدیلی ہوئی، پہلے جو کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اب وہ نہیں رہیں، ان کی جگہ دوسری آگئیں، وسیلے میں تبدیلی ہوئی، پہلے staff meeting (اساتذہ کی میٹنگ) نہیں ہوتی تھی، اب ہونے لگی، وسیلے میں تبدیلی ہوئی، ان کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جو پہلے نہیں تھیں مگر اب وجود پا گئیں، مگر جہاں تک مقصد کا تعلق ہے تو ساٹھ سال پہلے برطانیہ میں جب مکاتب شروع ہوئے تھے، اُس وقت مکاتب کا جو مقصد تھا آج بھی وہی ہے، تو ایک ہے مقصد اور ایک ہے وسیلہ، مقصد اصل ہے، کام اور وسیلہ اصل نہیں ہے۔

جب یہ بات ہے تو ہمارے لئے سب سے پہلے مقصد کو متعیّن کرنا ضروری ہوگا کہ ہمارا مقصد کیا ہے؟ اس لئے کہ اگر مقصد متعین نہیں ہوگا تو کام اور وسیلہ مقصد بن کر رہ جائے گا یعنی مکتب میں آؤ، اپنی سمجھ کے مطابق پڑھاؤ اور واپس چلے جاؤ، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مقصد اپنی گھریلو ضروریات کو پورا کرنا ہوجائے، مقصد تنخواہ ہوجائے، مقصد منصب ہوجائے، اگر ایسا ہوگیا تب تو بہت فکر کی بات ہے، یہ بڑے خسارے کی بات ہوگی، اس لئے مقصد کی تعین بہت ضروری ہے کہ ہم مکتب میں کیوں پڑھارہے ہیں؟

ہمارا مقصد

ہمارا اور آپ کا مقصد بچوں کی تعلیم وتربیت ہے، اور اس تعلیم وتربیت کے لئے مدرسہ اور مدرسے کا نظام وسیلہ ہے، مدرسے کا ایک نظام ہوتا ہے کہ ایک مہتمم ہیں، ان کے ساتھ بیس اساتذہ ہیں، ہر استاذ بیس پچیس طالبِ علموں کو لے کر بیٹھتا ہے، ہر کلاس کا الگ الگ نصاب ہے، اس پورے نظام کے نتیجے میں بچوں کو تعلیم ملے گی اور تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت بھی ہوگی، اس کے نتیجے میں یہ لوگ دین پر عمل کریں گے اور دوسروں کو بھی عمل پر لائیں گے اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان سے بھی اور ہم سے بھی راضی ہوگا۔

اگر یہ بات ہمارے ذہنوں میں رہے کہ مکاتب اور مدارس کا مقصد تعلیم وتربیت ہے تو ان شاء اللہ ہمارے کام کو بہت فائدہ ہوگا، یہ بات ماں باپ اور طلبہ کے ذہنوں میں بھی بٹھانے کی ضرورت ہے، لیکن پہلے اساتذۂ کرام، مہتمم صاحب اور منتظمین حضرات کے ذہنوں میں بیٹھ جائے کہ ہمیں ان بچوں کو علم دینا ہے اور علم دے کر ان کی ذہنی تربیت اس طرح کرنی ہے کہ ان کے دلوں میں اس علم کی عظمت پیدا ہوجائے۔

ہمیں طلبہ کی ذہنی تربیت اس حد تک کرنی ہے.....

ہمیں طلبہ کی ذہنی تربیت اس حد تک کرنی ہے کہ ان کے دلوں میں یہ بات یقین کے

درجے میں راسخ ہو جائے کہ میری دنیا اور آخرت کی کامیابی اس علم پر عمل کرنے میں منحصر ہے، اگر میں نے اس علم پر عمل کیا تو مجھے دونوں جہان میں کامیابی حاصل ہوگی اور اگر عمل نہیں کیا تو دونوں جہان میں میری ناکامی ہوگی، مدرسے میں مجھے جو کچھ پڑھایا جارہا ہے اور سکھایا جارہا ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی باتیں ہیں اس لئے ضرور عمل کروں گا، فرائض اور واجبات کو ہر حال میں بجالاؤں گا اور حرام اور مکروہاتِ تحریمیہ سے ہر حال میں بچوں گا چاہے عقل کچھ بھی کہے، بچوں کی ذہنی تربیت ایسی ہو کہ زندگی کے کسی بھی مرحلے میں اگر ایسا خیال آجائے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالانے میں نقصان ہے اور چھوڑنے میں فائدہ، تب بھی وہ کسی قیمت پر اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہو، اس کو اس بات کا پختہ یقین ہو کہ جب اللہ تعالیٰ حکم فرمارہے ہیں تو فائدہ اسے بجالانے میں ہے اور خلاف ورزی کرنے میں نقصان ہی نقصان ہے، جب ایسا یقین ہوگا تو کسی بھی حکم کے ٹوٹنے پر فوراً یہ احساس ہوگا کہ میں نے نقصان کا کام کیا ہے، اور جب یہ احساس ہوگا تو ندامت ہوگی اور جب ندامت ہوگی تو آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کا عزم ہوگا اور اسی کو توبہ کہتے ہیں۔

ہمارا مقصد صرف تعلیم نہیں بلکہ تربیت بھی ہے

تو مکتب اور مدرسے کا مقصد تعلیم و تربیت ہے اور یہ ہماری ذمّہ داری ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی کامیابی اسی بنیاد پر ملے گی کہ ہم یہ کام اسی مقصد کے پیشِ نظر کریں، ہمارے دل میں یہ بات ہو کہ اس تعلیم و تربیت کے نتیجے میں یہ بچے دین پر چلیں گے، اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرماں برداری کریں گے، معاصی سے بچیں گے اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوگا، اب مقصد متعین ہوگیا یعنی تعلیم و تربیت، جب مقصد متعین ہوگیا تو اب کام اسی کے مطابق ہونا چاہئے، مقصد اگر نوکری ہوگی تو کام جیسا ویسا کرنے سے بھی ہو جائے گا، اسی طرح مقصد اگر صرف پڑھانا ہوگا تو مدرسے میں آکر صرف پڑھا کر چلے جائیں گے، لیکن اگر

یہ خیال رہا کہ پڑھانا مقصد نہیں ہے، وہ تو وسیلہ ہے، مقصد تو بچوں کی تعلیم وتربیت ہے تو مدرّس اس مقصد کو سامنے رکھ کر پڑھائے گا اور تعلیم وتربیت کی فکر کرے گا۔

ہر مدرّس یہ بھی جانتا ہے کہ تعلیم وتربیت نصاب یا کتابوں سے نہیں ہوتی اس لئے کہ کتابیں اور نصاب بے جان چیزیں ہیں، تعلیم وتربیت کا کام تو زندہ لوگ کرتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ شانہ نے کتابوں کے ساتھ پیغمبروں کو بھی بھیجا تاکہ وہ مقصد کو سامنے رکھ کر کتاب کے ذریعے تربیت کا کام عمدگی کے ساتھ انجام دے سکے، اسی لئے استاذ اور شاگرد کا آمنا سامنا بھی بہت ضروری ہے، آج کل آن لائن کا رواج بہت بڑھ رہا ہے، اس طرح پڑھانے سے اوّلاً تعلیم کمزور ہوگی اور اگر تعلیم کمزور نہ بھی ہوئی تو صحیح تربیت نہیں ہو سکے گی، اور ہمارا مقصد صرف تعلیم نہیں بلکہ تربیت بھی ہے۔

مقصد کے حصول کے لئے وسائل کا استعمال

مزید یہ کہ جب یہ بات طے ہوگئی کہ ہمارا مقصد تعلیم وتربیت ہے تو اب ہر مدرّس غور و فکر کرے گا کہ تعلیم وتربیت کے لئے کیا کیا چیزیں کارآمد ہیں، اس غور وفکر کے نتیجے میں ذہن میں اچھی اچھی باتیں آئیں گی، مثال کے طور پر یہ کہ تعلیم وتربیت کے لئے مجھے اچھی طرح مطالعہ اور تیاری کر کے کلاس میں جانا چاہئے، مجھے چھوٹی سے چھوٹی چیز کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہئے کہ میں یہ بات کس ترتیب سے اور کن مثالوں سے سمجھاؤں گا تاکہ وہ طالب علموں کے ذہنوں میں اچھی طرح بیٹھ جائے، میں جو کتابیں پڑھا رہا ہوں انہیں سمجھنے کے لئے مجھے اور کن کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے، کسی مسئلے میں اگر الجھن پیدا ہو جائے تو کس کی طرف رجوع کر کے اسے حل کرنا چاہئے، اس لئے کہ میرا مقصد بچوں کو تعلیم دینا ہے، علم کو آگے پہنچانا ہے، طلبہ کے دلوں میں اتارنا ہے، ان کے سینوں میں منتقل کرنا ہے، صرف کتابیں پڑھانا میرا کام نہیں ہے بلکہ میرا کام سکھانا بھی ہے، ایک ہے پڑھانا اور دوسرا ہے

سکھانا، اگر کوئی شخص کسی کتاب میں لکھا ہوا بریانی پکانے کا طریقہ کسی کو پڑھا دے کہ اتنے چاول چاہیے، اتنا گوشت چاہئے، اتنا مصالحہ چاہئے، اتنے بادام چاہئے، اتنی کشمش چاہئے، تو اس نے بریانی پکانے کا طریقہ صرف پڑھایا ہے، سکھایا نہیں ہے۔

حقیقی معلّم

ہمارا کام تعلیم دینا یعنی سکھانا ہے، جب یہ بات ذہن میں ہوگی تو مدرّس مضامین کے بارے میں سوچے گا، غور وفکر کرے گا، شروحات کو بھی دیکھے گا، جس فن کو پڑھا رہا ہے اس فن کی دوسری کتابوں کو بھی دیکھے گا، مثالوں سے سمجھائے گا، اگر کتاب میں تمرین نہ ہو تو خود تمرین تیار کرے گا اور طلبہ سے مشق کرائے گا، اس طریقے سے وہ جس علم کو سکھانے کے لئے بیٹھے گا اس علم کو سکھانے میں کامیاب ہوگا، وہ صرف پڑھانے پر اکتفاء نہیں کرے گا بلکہ وہ اس وقت تک لگا رہے گا جب تک اطمینان نہ ہو جائے کہ میں نے سبق سکھا دیا ہے، وہ اپنے اسلاف کے حالات کو بھی پڑھے گا تاکہ معلوم ہو کہ طلبہ کو کیسے سکھایا جاتا ہے، وہ تربیت کی غرض سے بزرگوں کے حالات کو بھی دیکھے گا، حقیقی معلّم اور حقیقی مربّی بننے کے لئے اپنی ذات پر محنت کرے گا اس لئے کہ اسے احساس ہوگا کہ جب تک میں خود حقیقی معنی میں معلّم اور مربّی نہیں بنوں گا اس وقت تک صحیح طریقے سے تعلیم اور تربیت کا کام نہیں کرسکوں گا، اس کے ذہن میں یہ بات بھی آئے گی کہ عالم ہونا الگ بات ہے اور معلّم ہونا الگ بات ہے، اب وہ معلّم بننے کی کوشش کرے گا، مربّی بننے کی کوشش کرے گا، اس کے لئے وہ معلّمین اور مربّیین کے واقعات پڑھے گا، ان کے ملفوظات پڑھے گا، انہوں نے جو اصول اور ضابطے مقرّر کئے تھے انہیں سمجھے گا، دوسرے تجربہ کار معلّمین اور مربّیین سے رہنمائی حاصل کرے گا، اسے یہ احساس ہوگا کہ تعلیم و تربیت میں صحبت کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے اس لئے وہ اچھی صحبت کا اہتمام کرے گا، تزکیہ کی بھی فکر کرے گا اور خود کو اس قابل بنانے کی کوشش کرے گا

کہ اس کے پاس جو بھی طالب علم آئے اس کی تعلیم بھی ہو اور تربیت بھی۔

وہ درس گاہ میں وقت پر آئے گا اور وقت کے بعد ہی جائے گا، درس گاہ میں آنے کے بعد پوری توجّہ تعلیم و تربیت پر خرچ کرے گا اس لئے کہ وہ اپنے مقصد کو جانتا ہے، اِدھر اُدھر کی باتوں میں مشغول نہیں ہوگا، وہ موبائل کی طرف توجہ نہیں کرے گا، درس گاہ میں اخبار لے کر نہیں جائے گا، خارجی کتابیں لے کر نہیں جائے گا، ایک درس گاہ سے دوسری درس گاہ میں جاتے ہوئے کسی اور سے گفتگو میں مشغول نہیں ہوگا اس لئے کہ اسے یہ احساس ہوگا کہ میں طلبہ کی تعلیم اور تربیت کا ذمّہ دار ہوں، اسی طرح جو علم پڑھا چکا ہے اس کے بارے میں بھی جستجو رہے گی کہ طلبہ عمل کر رہے ہیں یا نہیں؟ پھر جہاں کہیں فروگزاشت دیکھے گا، کوتاہی دیکھے گا تو فوراً نکیر کرے گا، تنبیہ کرے گا، سمجھائے گا اور اصلاح کرے گا۔

اس کے دل میں طلبہ کے لئے پوری پوری ہمدردی اور خیر خواہی ہوگی اس لئے کہ اسے یہ احساس ہوگا کہ اگر یہ علم طلبہ کے دلوں میں نہیں اترا اور ان کی صحیح تربیت نہیں ہوئی تو ان کا دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان ہوگا، اور اگر یہ علم ان کے سینوں میں اتر گیا اور ان کی زندگیاں اس کے مطابق ہوگئیں تو ان کو دنیا اور آخرت دونوں کی سرخروئی نصیب ہوگی، اسی طرح جب طلبہ کے لئے دل میں ہمدردی اور خیر خواہی ہوگی تو طالب علم کی کوتاہی پر غصّے سے کام نہیں لے گا بلکہ وہ طالبِ علم کی حالت کو سمجھنے کی کوشش کرے گا کہ کیا وہ سستی کر رہا ہے یا فطری طور پر کمزور ہے؟ طالبِ علم کو درس گاہ سے یا مدرسے سے خارج کرنے سے پہلے سوچے گا کہ اسے نکال دینے سے میرے غصّے کو تو تشفّی مل جائے گی لیکن تعلیم و تربیت کے اعتبار سے اس طالبِ علم کو فائدہ ہوگا یا نقصان؟

مقصد صحیح ہونے سے کام صحیح ہوگا

میری سب سے پہلے اپنی ذات سے اور اس کے بعد آپ سب ساتھیوں سے گزارش

ہے کہ ہمیں تعلیم وتربیت کو مقصد بنانا ہے، اگر مہتمم کا مقصد تعلیم وتربیت ہوگا تو کتب کی تقسیم میں انصاف کرے گا، نظام بنانے میں بھی اعتدال کوملحوظ رکھے گا، اپنے اساتذہ کے ساتھ پیار محبت کے ساتھ رہے گا، سب کو لے کر چلے گا، سب کے ساتھ برابری کا معاملہ کرے گا، ایسا نہیں ہوگا کہ ''جی حضور'' کرنے والے کی کوتاہی کونظر انداز کیا جارہا ہےاور جو بہت محنت سے پڑھانے والا ہے مگر ''جی حضور'' نہیں کررہا ہے اُس کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر پکڑ ہورہی ہے، اسی طرح اساتذہ بھی کتابوں کی تقسیم کے بارے میں مہتمم کے فیصلے پر ناراض نہیں ہوں گے اس لئے کہ سب کا مقصد ایک ہی ہے؛ تعلیم اور تربیت۔

توہمیں اس مقصد کے حصول کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی ہے، اگر تعلیم وتربیت مقصد ہوگا تو مخلص استاذ صرف مدرسہ آنے جانے سے، مدرسے میں وقت گزارنے سے، تنخواہ سے، عزّت سے اور اپنی تعلیمی ترقّی سے خوش نہیں ہوگا، بلکہ اس کی نظر ہمیشہ مقصد پر رہے گی کہ تعلیم اور تربیت ہورہی ہے یا نہیں؟ اگر تعلیم وتربیت میں ترقّی نظر آئے گی تو خوش ہوگا اور تعلیم و تربیت میں کمی نظر آئے گی تو تکلیف محسوس کرے گا۔

طلبہ اور والدین کی ذہن سازی

توہمیں اپنے طالب علموں کی تعلیم اور تربیت دونوں کی فکر کرنی ہے، اور ہمارے طلبہ چونکہ ہماری روحانی اولاد ہیں اس لئے ان کی تعلیم وتربیت کی فکر ہماری نسبی اولاد کی تعلیم و تربیت کی فکر سے کچھ کم نہیں ہونی چاہئے، ہمیں دونوں کی ایک جیسی فکر کرنی ہے، اسی طرح ہمیں ماں باپ کی ذہن سازی بھی کرنی ہے اس لئے کہ ان کے بچوں کی تعلیم وتربیت میں ان کا بڑا role (کردار) ہوتا ہے، ساتھ ساتھ طالب علموں کی ذہن سازی بھی کرنی ہے اس لئے کہ تعلیم وتربیت کے باب میں ان کا بھی بڑا role (کردار) ہے، وہ زمین کے مانند ہیں، اگر زمین اُس بیج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہ ہو جو ہم اس میں بونا چاہتے ہیں تو نتیجہ کیسے

ظاہر ہوگا؟ جس طرح ایک کسان بیج ڈالنے سے پہلے زمین کو ہموار کرتا ہے، ہمیں بھی طلبہ کی زمین یعنی دل دماغ پر محنت کر کے اسے ہموار کرنا پڑے گا، جس الحاد اور بے دینی کے دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں اساتذہ کی کوشش ہونی چاہئے کہ اپنے تعلیمی نصاب کی تکمیل کو مدّنظر رکھتے ہوئے جب بھی موقع ملے وقتاً فوقتاً طلبہ کی ذہنی تربیت کریں، بالخصوص اللہ تعالیٰ شانہ کی نافرمانی کے نقصانات ان کے ذہنوں میں بٹھائیں، ان کو یہ سمجھائیں کہ جو علم ان کو سکھایا جارہا ہے اس کی خلاف ورزی کرنے سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ اس وقت طلبہ کی سمجھ میں یہ باتیں نہ آئیں، مگر آگے جا کر جب ان کی زندگی میں کوئی اونچ نیچ آئے گی تو اس وقت انہیں غور کرنے کا موقع ملے گا کہ میرے استاذ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی نافرمانی کے نتیجے میں ایسا ہوتا ہے، پھر اسے توبہ کی توفیق بھی نصیب ہوگی، اس سلسلے میں کتاب اللہ اور سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اسلاف، بزرگانِ دین اور علماءِ ربّانیّین کی کتابوں کو بھی پڑھتے رہنا چاہئے تاکہ گناہوں کے نقصانات کا استحضار رہے اور بچوں کی بہتر سے بہتر طریقے سے ذہن سازی ہوسکے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''جزاء الاعمال'' نامی ایک کتاب ہے جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے گناہوں کے نقصانات بیان کئے ہیں، اس کا مطالعہ بھی اساتذہ کے لئے بڑا مفید ہوگا۔

تعلیم کسے کہتے ہیں؟

اب سوال یہ ہے کہ تعلیم اور تربیت کسے کہتے ہیں؟ تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ طلبہ کو یہ سکھایا جائے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کن باتوں سے راضی ہوتے ہیں اور کن سے ناراض، کون سی چیزیں ضروری ہیں اور کون سی نہیں، کون سی حلال ہیں اور کون سی حرام، یہ چیزیں ان کے ذہنوں میں اچھی طرح راسخ ہوجائیں اور اس حد تک کہ ایک average (اوسط) درجے کے مسلمان کو جن مسائل کا جاننا ضروری ہے وہ سارے سکھلا دئے جائیں، اس کے ساتھ یہ بات بھی

اچھی طرح سمجھا دی جائے کہ مدرسے میں وہ ساری چیزیں سکھا دی جاتی ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لئے بالعموم ضروری ہوتا ہے مگر بہت سی وہ چیزیں جو سب کو پیش نہیں آتیں وہ ابھی باقی ہیں، لہٰذا جب بھی زندگی میں کوئی نئی چیز پیش آئے جس کے جائز یا ناجائز ہونے کے بارے علم نہ ہو تو علماء کی طرف رجوع کرنا ہے اور ان کی رہنمائی کے مطابق عمل کرنا ہے، یہ ہے تعلیم کہ روزمرہ کی زندگی میں ایک مسلمان کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب معلوم ہوں اور یہ بھی کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کے بارے میں علم نہیں ہے تو علماء کی طرف رجوع کر کے اس کا حکم معلوم کیا جائے اور پھر اس کے مطابق عمل کیا جائے، ہر طالبِ علم کو یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ میں اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کرسکتا، مجھے ہر چیز کے بارے میں معلوم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے، جیسے میں وضو اپنی مرضی سے نہیں کرسکتا اسی طرح تجارت بھی اپنی مرضی سے نہیں کرسکتا، اس کے بھی مسائل سیکھ کر ان کی روشنی میں تجارت کرنی پڑے گی اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام ہو گیا تو نقصان اُٹھانا پڑے گا، یہ ہے تعلیم۔

تربیت کسے کہتے ہیں؟

اور تربیت کے معنی یہ ہیں کہ طالبِ علم کے ذہن میں یہ بات یقین کے درجے میں راسخ ہو جائے کہ جتنی باتیں مجھے سکھائی جا رہی ہیں، وہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہیں اور میری کامیابی اس کے مطابق زندگی گزارنے میں ہی ہے، اس کے خلاف کرنے میں چاہے وقتی طور پر مجھے کامیابی نظر آئے لیکن دونوں جہان میں میری ناکامی یقینی ہے، اور جب یہ بات ہے تو مجھے اسی کے مطابق زندگی گزارنی چاہئے۔

اگر تعلیم و تربیت سو فیصد نہ ہو سکے تو مقصد ہر حال میں پیشِ نظر رہنا چاہئے اور جتنا ہو سکے اس کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے، مَالَا يُدْرَكُ كُلُّهُ لَا يُتْرَكُ كُلُّهُ۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور قاعدۂ بغدادی

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ شانہ نے إِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ کا اعزاز بخشا ہے ان کا یہ عزم ہونا چاہئے کہ ہماری زندگی ان شاء اللہ امت کی تعلیم وتربیت کے کام میں گزرے گی اور ہم یہ کام اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کریں گے اور آخری سانس تک ان شاء اللہ تعالیٰ کرتے رہیں گے، ہمارے اکابر کا یہی جذبہ تھا، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ گرفتار ہو گئے، حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کے لئے جیل تشریف لے گئے، گفتگو کے دوران پوچھا کہ حضرت! آج کل کیا مشغلہ ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ کچھ قیدیوں کو قاعدۂ بغدادی کی تعلیم دے رہا ہوں۔ قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت! دارالعلوم میں تو آپ بخاری شریف کی تعلیم دے رہے تھے اور یہاں قاعدۂ بغدادی کی تعلیم میں مشغول ہیں؟ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قاری صاحب! ہمارا کام تو سکھانا ہے، اگر بخاری شریف سکھانے کا موقع مل جائے تو بخاری شریف سکھائیں گے اور اگر قاعدۂ بغدادی سکھانے کا موقع مل جائے تو قاعدۂ بغدادی سکھائیں گے، کام ہمارا تعلیم دینا ہے۔[1]

جیسی نیت ویسا عمل

اللہ کرے ہماری زندگی کا مقصد آخری سانس تک یہی رہے، دل دماغ میں یہ بات رچ بس جائے کہ آخری سانس تک تعلیم وتربیت ہی کا کام کرنا ہے، اور جیسی نیت ہوگی عمل ویسا ہی وجود میں آئے گا، اگر تعلیم کی نیت ہوگی لیکن تربیت کی نہیں تو صرف تعلیم کا عمل وجود میں آئے گا، اگر نیت صرف تربیت کی ہے تو صرف تربیت کا عمل وجود میں آئے گا اور اگر تعلیم اور تربیت دونوں کی نیت ہوگی تو دونوں عمل وجود میں آئیں گے، اگر نیت دونوں کی ہے مگر ڈھیلی ڈھالی کہ ''بہت مشکل ہے''، ''حالات ہی کچھ ایسے ہیں''، تو عمل بھی ویسا ہی ڈھیلا ڈھالا ہوگا اور اگر

---

[1] درسِ ختمِ بخاری از حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم، ص: ۷۷

نیت عزمِ مصمّم والی ہے کہ ”حالات کیسے بھی ہوں، میرا کام تعلیم وتربیت ہے، اس لئے کچھ بھی ہوجائے، میں پوری کوشش کروں گا، نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے“، تو پھر وہ کبھی بھی پست ہمت نہیں ہوگا، اگر لوگ اس کی بات ماننے سے انکار کریں گے تب بھی وہ مایوس نہیں ہوگا، بلکہ اپنی کوشش جاری رکھے گا اور بار بار سمجھاتا رہے گا۔

یقیں محکم، عملِ پیہم

بعض اکابر کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قوم کے دھارے کے خلاف باتیں کرتے ہیں، ان کو دیکھ کر ہمیں ایسا خیال آتا ہے کہ ان کی یہ باتیں کون سنے گا؟ یہ اپنا وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں؟ مگر چونکہ وہ اپنے مقصد میں پختہ ہوتے ہیں اس لئے ان کا عمل اسی کے مطابق مسلسل اور ٹھوس ہوتا ہے، نہ وہ رات کو دیکھتے ہیں نہ دن کو، وہ اپنے آرام کا بھی خیال نہیں کرتے، تھکاوٹ ہو یا بیماری، مقصد کو سامنے رکھ کر وہ کام میں لگے رہتے ہیں، کھانے پینے کو آگے پیچھے کر دیتے ہیں، نینداور آرام کو آگے پیچھے کر دیتے ہیں، مگر مقصد سے نہیں ہٹتے، پوری تُندہی کے ساتھ کام کرتے رہتے ہیں، دین کے کسی حکم کے بارے میں جب یہ بات ذہن میں بیٹھ جاتی ہے کہ یہ بہت اہم ہے اور لوگوں کو سکھانا ہے اور اس کے بارے میں ان کی ذہنی تربیت کرنی ہے تو وہ لگے رہتے ہیں، جہاں موقع ملتا ہے وہ شروع ہوجاتے ہیں اور اپنی بات سمجھاتے ہیں، ان کے لئے کسی قسم کا خوف رکاوٹ نہیں بنتا، حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَوْ وَضَعْتُمْ الصَّمْصَامَةَ عَلَى هَذِهِ ثُمَّ ظَنَنْتُ أَنِّي أُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ تُجِيزُوا عَلَيَّ لَأَنْفَذْتُهَا [1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل

اگر (میرا سر قلم کرنے کے لئے) میری گردن پر تم تلوار رکھ دو اور اس وقت مجھے یہ خیال آئے کہ تمہارے میرے سر کو جسم سے الگ کر دینے سے پہلے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی ایک بات سکھا دوں گا تو ضرور سکھا دوں گا۔

بس ہمارا مقصد ایک ہی ہے، سکھانا اور تربیت کرنا یعنی عمل پر لانا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

أَلَا أُصَلِّيْ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

کیا میں تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ بتلاؤں؟

آج ایک چھوٹے درجے کا مدرّس بھی شاید اس طریقے سے نماز سکھانے کے لئے تیار نہیں ہوگا، لیکن صحابۂ کرام اپنی تمام تر جلالتِ شان کے باوجود لوگوں کو دین سکھانے کے لئے خود عمل کر کے بتلاتے تھے اس لئے کہ انہوں نے تعلیم اور تربیت کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا تھا۔

علم اور تزکیہ نہایت ضروری ہیں

بس اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، ہمیں علم کی محنت بھی کرنی ہے اور تزکیہ کی بھی، یہ دونوں چیزیں جب کسی کو حاصل ہو جاتی ہیں تو پھر اعلیٰ درجے کے اعمال وجود میں آتے ہیں، تزکیہ کرالیا مگر علم نہیں ہے تو عمل کی جو قوت ملی ہے وہ کس جگہ صرف ہوگی؟ اور اگر علم بہت حاصل کرلیا مگر قوتِ عمل نہیں ہے تو ایسا علم وبال ہوگا، ہمارے اکابر و اسلاف نے حصولِ علم اور تزکیہ دونوں کے ریکارڈ قائم کئے اس لئے کہ اگر علم اور تزکیہ یہ دونوں اعلیٰ درجے کے ہوں گے تو زندگی کا ہر لمحہ صرف اور صرف اللہ کی مرضی کے مطابق گزرے گا، ہمارے اسلاف کا ایک مقصد دین پر خود عمل کرنا تھا اور دوسرا مقصد دوسروں کو سکھانا اور عمل پر لانا تھا، ان کو پتا تھا

[1] سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء أنّ النبي صلّى اللّٰه عليه وسلّم لم يرفع إلّا في أوّل مرّة، ح(۲۵۷)

کہ تجارت کے مسائل کی ہمیں کبھی ضرورت پڑنے والی نہیں ہے اس لئے کہ تجارت کا ارادہ ہی نہیں ہے، اس کے باوجود انہوں نے تجارت کے مسائل میں گویا پی ایچ ڈی کر ڈالی، بلکہ پی ایچ ڈی سے بھی زیادہ تاکہ تعلیم کا کام زیادہ سے زیادہ کر سکیں، اور تزکیہ کی بھی خوب فکر کی تاکہ تربیت کا کام بھی کماحقّہ ہو سکے، ان کا یہ جذبہ تھا کہ میرے پاس آنے والے لوگ تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوں اور تربیت سے بھی۔

جب تعلیم اور تربیت دونوں مقصد بن جائیں گے تو ہمیں اپنی اصلاح اور تزکیہ کی بھی فکر ہوگی، ہم مشائخ سے وابستہ رہ کر مجاہدہ اور ریاضت بھی کریں گے، کسی کو ہمیں سمجھانا نہیں پڑے گا کہ درس گاہ میں وقت پر آؤ اور وقت سے پہلے مت جاؤ، نصاب مکمّل کرو اور محنت سے پڑھاؤ، کمیت اور کیفیت دونوں کا خیال رکھو۔

ایک بزرگ کی انمول نصیحت

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے سابق مدرّس اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب پٹنی دامت برکاتہم ہمارے یہاں اکیڈمی میں ایک مرتبہ تشریف لائے، اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت عطا فرمائیں، اساتذہ سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے چند باتیں ارشاد فرمائی تھیں، ان میں سے دو باتیں ہر مدرّس کے لئے بہت قیمتی ہیں، ایک یہ کہ کسی مدرّس کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ میں جس کلاس کو پڑھا رہا ہوں اسے دوسرے پانچ مدرّس بھی پڑھا رہے ہیں اس لئے میں اگر تھوڑی بہت کوتاہی کر بھی لوں تو کوئی نقصان نہیں ہوگا، ان پانچ کا پڑھانا کافی ہو جائے گا، ایسا نہیں سوچنا چاہئے اس لئے کہ کسی ایک مدرّس کی کوتاہی کا بھی طلبہ کی تعلیم پر منفی اثر ضرور پڑے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی استعداد کمزور رہ جائے گی، اس لئے ہر مدرّس کو سو فیصد محنت کرنی چاہئے۔ ہماری سوچ یہ ہوتی ہے کہ پانچ مدرّسوں کی محنتوں سے میری کوتاہی کا انجبار ہو جائے گا، مگر

سوچنے کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ چھ اساتذہ سو فیصد محنت کے ساتھ پڑھائیں گے تو چھ سو (۶۰۰) فیصد نتیجہ ظاہر ہوگا، لیکن اگر صرف پانچ اساتذہ سو فیصد محنت کرکے پڑھائیں گے تو صرف پانچ سو (۵۰۰) فیصد نتیجہ ظاہر ہوگا، معلوم ہوا کہ ایک آدمی کی کوتاہی کا اثر سب کی محنت پر پڑے گا، حضرت نے دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ تعلیم اور تربیت کی کمیت (quantity) کو تو ناپ سکتے ہیں مگر کیفیت (quality) کو ناپنے کا دنیا میں کوئی آلہ نہیں ہے، ایک مدرّس کے اسباق کہاں تک پہنچے؟ کتنے صفحات ہوئے؟ اس طرح کا حساب آپ کر سکتے ہیں، اور مہتمم حضرات بھی اسی کا جائزہ لے سکتے ہیں، لیکن جہاں تک کیفیت کا تعلق ہے اسے کوئی نہیں ناپ سکتا، کیفیت یعنی آپ نے کماحقّہ پڑھایا یا نہیں، اس کا معاملہ آپ کے اور اللہ کے درمیان رہتا ہے۔

مدرّسین کے لئے ایک مفید عمل

میں پڑھانے والوں سے کہا کرتا ہوں کہ درس گاہ میں جانے سے پہلے اپنا محاسبہ کرلیا کریں، اپنے آپ سے پوچھ لیا کریں کہ آج کے سبق کے لئے جس درجے کا مطالعہ ہونا چاہئے تھا وہ میں نے کیا ہے یا نہیں؟ اور سبق پڑھانے کے بعد بھی محاسبہ کرلیا کریں کہ مجھے جتنی محنت سے پڑھانا چاہئے تھا کیا اتنی محنت سے پڑھایا؟ میرے اندر جتنی صلاحیت تھی کیا اسے میں بروئے کار لایا؟

اللہ تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق دیں، اللہ تعالیٰ شانہ ہمیں اپنے اسلاف کی طرح حقیقی معلّم اور حقیقی مربّی بنادیں، اللہ تعالیٰ شانہ اس عظیم نعمت کی ناقدری اور ناشکری سے ہماری حفاظت فرمائیں، ہمیں موت تک اس عظیم کام میں لگائے رکھیں اور محرومی سے بچائیں، اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کی برکت سے مجھے بھی علم میں، عمل میں، خلوص میں، ولولے میں، لگن میں، حسنِ نیت میں، حسنِ تعلیم میں اور حسنِ تربیت میں خوب برکت نصیب فرمائیں اور اللہ

تعالیٰ ہمارے ذریعے اُمّت کو رجالِ کار، رجالِ مخلصین، اولیاءِ عظام اور علماءِ ربّانیّین عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار محاسبہ کرنے کی توفیق دیں، کوتاہیوں سے آج ہی صدقِ دل سے توبہ کرنے کی توفیق دیں اور اس کے بعد استقامت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذ و مراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مرتّب	ناشر
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل، مصر
۲	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسى الترمذي	دار التأصيل، مصر
۳	درسِ ختمِ بخاری	حضرت مفتی احمد خانپوری	مدرسہ حمیدیہ، ڈربن